اقبال اور پاکستان

محمد یٰسین زبیری

ہمیں آزاد ہوئے بائیس سال سے زیادہ گزرے ۔ مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس اصول حرکت سے دور ہوگئے ہیں جو پاکستان کے وجود میں جاری و ساری ہے اور جس کے بغیر پاکستان کا وجود محض ایک سیاسی اور جغرافیائی حدبندی سے زیادہ نہیں رہتا ۔ تاہم مایوسی کی کوئی وجہ نہیں اس لئے کہ قومیں بار بار اپنی اساس کی طرف لوٹتی ہیں اور نئی زندگی حاصل کرتی ہیں ۔ ہمارے ملک میں ہر طرف جوش و خروش کا جو سیلاب ہے بیداری اور بیچینی کا جو طوفان برپا ہے وہی اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ ہم پھر اپنی اس اصل کیفیت کی طرف ضرور لوٹیں گے جس پر پاکستان کی سرحدیں اٹھائی گئی تھیں ۔

اقبال ان قائدین میں اچھوتی حیثیت رکھتے ہیں جن سے تحریک پاکستان کی ابتداء ہوئی تھی ۔ ۱۹۳۱ء کی بات ہے کہ مسلم ہند کو نہ اپنے راستے کا پتہ تھا اور نہ اپنی منزل کا ۔ اس وقت انہوں نے بڑے شد و مد کے ساتھ للکارا کہ "ہمیں ان تمام قوتوں کا صحیح صحیح تصور کرنا چاہئے جو چپکے چپکے مستقبل کو ڈھال رہی ہیں اور اس کا پورا اندازہ کر کے کہ ملک کے حالات کا کیا رخ ہے ایک مستقل پروگرام اختیار کرنا چاہئے" ۔ اس کے چند سال بعد تحریک پاکستان مسلمانان ہند کے مستقل پروگرام کی حیثیت سے نمودار ہوئی ۔ اس کی شکل در اصل ان تین خطوط میں وضع ہوئی جو مارچ سے لے کر جون ۱۹۳۷ء تک اقبال نے قائداعظم کے نام رازدارانہ طور پر لکھے تھے ۔ بالآخر ۱۹۴۰ء میں یہ تحریک ایک ٹھوس حقیقت اختیار کرگئی اور ذیلی بر اعظم ہند میں ایک تاریخ ساز قوت بن گئی ، پاکستان اس قوت سے ہی وجود میں آیا ہے ۔ اور اسی عظیم قوت کے مدام سے یہ قائم بھی رہے گا ، بڑھے گا اور پھلے گا ۔

ابھی ابھی میں نے قائد اعظم کے نام اقبال کے جن تین خطوط کا ذکر کیا ہے وہی پاکستان کی نظریاتی آئینی اور دستوری اساس کو واضح کرتے ہیں ۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کا تصور پاکستان کیا تھا؟ اور تحریک پاکستان کا قوام کن اجزاء سے بنا تھا؟ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کے ملفوف میں اقبال یہ کہتے ہیں ۔

" سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا کیا حل ہے، لیگ کے سارے مستقبل کا انحصار اس سوال کے حل پر ہے .... جائے مسرت ہے کہ اس کا حل آئین اسلام کے نفاذ نیز جدید تصورات کی روشنی میں اس آئین کی توسیع میں مضمر ہے - آئین اسلام کے نہایت طویل اور محتاط مطالعہ کے بعد اس نتیجہ تک میری رسائی ہوئی ہے کہ اس نظام قانون کی اگر صحیح طور پر فہم ہو اور اس کا نفاذ ہو تو ہر شخص کو کچھ نہیں تو کم از کم گزارہ کی ضمانت ضرور میسر آ جائے گی لیکن شریعت اسلام کا نفاذ اور اس کا ارتقاء آزاد مسلم ریاست یا ریاستوں کے قیام کے بغیر اس ملک میں ممکن نہیں ہے" اقبال کا یہ خط در اصل تحریک پاکستان کا بنیادی منشور ہے - اس سے قبل ۲۰ مارچ ۱۹۳۷ء کے خط میں انہوں نے اس تحریک کے دوسرے پہلو کو اس طرح واضح کیا تھا " ہندوستان میں تہذیب اسلامی کا مستقبل معاشی مسئلہ سے زیادہ اہم نہیں تو اس سے کچھ کم اہم بھی نہیں " یہ دونوں خط تحریک پاکستان کے اصلی محرکات و داعیات مفاہیم و مقاصد امتداد اور نصب العین کو متعین و مشخص کرتے ہیں - اسلامی تہذیب کے تسلسل کو باقی رکھنے اور ترقی دینے نیز معاشی مسائل کو حل کرنے کے لئے تحریک پاکستان نمودار ہوئی تھی، حصول پاکستان در اصل ان ہی مقاصد کی تجسیم و تقویم و تدبیر منزل ہے - اقبال نے اپنے متذکرہ بالا خطوں میں مختصراً پاکستان کے ہر ہر پہلو کو معین کیا تھا - ان کی نظر میں ہئیت پاکستان کے دو جزو اعظم تھے - ثقافت اسلامی کی بقاء اور ہر فرد کے معاش کی ضمانت اور اس کا بند و بست - اور یہ دونوں عناصر شریعت اسلامیہ سے ماخوذ تھے -

اقبال کے تصور کے مطابق آئین اسلام کی نئے تصورات کی روشنی میں توسیع سے پاکستان کا مقدر ایسی تجربہ گاہ بننا تھا جو اسلام کو ایشیا میں ایک زبردست اخلاقی اور سیاسی قوت میں تبدیل کر دے - اقبال نے اس انقلاب آفرینی کے لئے اسلام کے بارے میں صحیح فہم اور ادراک پر زور دیا ہے - ان کا اصرار ہے کہ اگر صحیح فہم و ادراک سے آئین اسلام کو پرکھا جائے تو وہ اپنی خصوصیت میں ایسا ہے کہ ہر فرد کو گزر بسر کی ضمانت اس کا ضروری اور لازمی حصہ - لیکن چونکہ قدرتاً یہ آئین ایسے ہندوستان میں نافذ کرنا فی الوقت اور ممکن نہیں جس کی اکثریت غیر مسلموں پر مشتمل ہے اس لئے آزاد مسلم ریاست یا ریاستوں کی ضرورت ہے تاکہ ایک طرف اس اقلیم میں امن و امان کی فضا قائم ہو اور دوسری طرف روٹی کا مسئلہ حل ہو - اقبال کے خیال میں آزاد مسلم ریاست کی وجہ جواز یہی ہے کہ شریعت اسلام کو عملی جامہ پہنایا جا سکے - اور شریعت اسلام وہ ہے جس میں افلاس کے خلاف تحفظ موجود ہو اور آئین عوام کو اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے معاش کی ضمانت دیتا ہو - چناں چہ فکر اقبال

کے مطابق اسلامی دستور مغربی جمہوریتوں کے دستور کی طرح معاشی اعتبار سے خالی اور غیر جانبدار نہیں ہو سکتا ۔ اقبال کی بصیرت کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر آئین مملکت شریعت پر مبنی ہو تو اس میں صرف یہ بیان کرنا ہی کافی نہیں ہو سکتا کہ انتخابات کیسے ہوں گے ، اسمبلیاں کس طرح بنیں گی ، کابینہ کی ساخت کیا ہوگی ، صوبوں اور مرکز میں تقسیم اختیارات کی صورت کیا رہے گی ، اور صدر کیسے مقرر ہوگا ۔ ایسا دستور صرف مغربی آئین ہے جس سے دیو استبداد قبائے جمہوری میں نمودار ہوتا ہے ۔ چناں چہ ایسے دستور سے آزاد اسلامی ریاست وجود میں نہیں آسکتی ۔ آزاد اسلامی ریاست صرف ایسے دستور سے ہم آہنگ ہوتی ہے جس میں معاش کی ضمانت ، اسلامی تہذیب کی بقاء اور اس سے متعلق قانونی شقیں شامل ہوں تاکہ ہر فرد ملت کو ضروری گزر بسر سے بے فکری ہو اور بے کاری و ناداری کا اندیشہ نہ ہو اور نیز اس میں حلال و حرام کی تمیز منشائے خداوندی سے مطابق ہو ۔

اقبال ایسے جمہوری نظام کو جو اس طرح ثقافی اور معاشی تحفظات دیتا ہے سوشل ڈیموکریسی کا نام دیتے ہیں ، ہم اسے سماجی جمہوریت کہہ سکتے ہیں ۔ اقبال تاریخی قوتوں کے تجزیہ ، نیز سیاسی تجربات و تاملات کے ذریعے اس حتمی نتیجہ تک پہنچ چکے تھے کہ ہندو سماجی ماحول میں سماجی جمہوریت عملی جامہ نہیں پہن سکتی ، اس کا تجربہ صرف آزاد مسلم ریاستوں یا ریاست کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے ۔ اقبال کا یہ خیال درست تھا ۔ آزادی کے بائیس سال بعد ہم ہندوستان کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو اس خیال کی سختی سے تائید ہوتی ہے کہ ہندو سماج ذات پات اور اونچ نیچ میں اس شدت سے جکڑا ہوا ہے اور فرقہ پرستی نیز برہمنیت کا اس درجہ شکار ہے کہ ابھی تک وہ اس قابل نہیں ہو سکا کہ نام نہاد مغربی جمہوریت کا ہی کامیابی کے ساتھ تجربہ کر سکے ۔ چہ جائیکہ وہ اعلیٰ عمرانی ، تمدن اور معاشی مسائل کا حل پیش کر سکے اور سوشل ڈیموکریسی کا ایک نمونہ بن کر دنیا کو اخلاقی اور سیاسی قوت کی حیثیت سے متاثر کرے ۔ اقبال کی بصیرت یہ کہتی تھی کہ آزاد اسلامی ریاست کے قیام سے سوشل ڈیموکریسی فی الفور قائم ہو سکتی ہے ، خواجگی اور بندگی کے بندھن ٹوٹ سکتے ہیں ، اور مفلسی کا حل مل سکتا ہے ۔ چناں چہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کے خط میں اقبال نے زور دیا کہ " جدید مسائل کا حل ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کے لئے آسان ہے ۔ مسلم ہندوستان کے لئے ان مسائل کے حل کو ممکن بنانے کی خاطر ملک کی باز تقسیم کے ذریعہ مسلم اکثریت کے لئے ایک یا زائد آزاد ریاستیں مہیا کرنا از بس ضروری ہے "۔

اقبال کی نظر یہ دیکھ رہی تھی کہ ہندوستان میں سوشیل ڈیموکریسی کو برھمنیت کا اس طرح سامنا ھے جس طرح ھزاروں سال قبل بدھی تحریک کو اس سے سامنا تھا ۔ انہوں نے کہا کہ " میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سوشلزم کا ہندوستان میں وہی انجام ھوگا جو بدھ مت کا ھوا تھا لیکن اتنی بات ضرور میرے ذھن میں صاف ھے کہ اگر ھندو مت نے سوشیل ڈیموکریسی قبول کرلی تو ھندو مت بحیثیت ھندو مت ختم ھو جائے گا " ۔ ۱۹۳۶ء اور ۱۹۳۷ء میں جواھر لال نہرو نے باشندگان ھند کے سامنے معاشی ترقی اور سوشلزم کا نعرہ بلند کیا تھا ۔ اقبال کی رائے تھی کہ جواھر لال کے سوشلزم کے سامنے ھندو مت سر نگوں نہیں ھوگا ۔ یہ سوشلزم اگر اس کا سلسلہ جاری رھا تو خود ھندو سماج میں خون خرابے کا باعث ھو گا نہ کہ سوشل ڈیموکریس میں منتج ۔ اس طرح سے وہ ھندوستان میں سوشل ڈیموکریسی کا مستقبل تاریک دیکھتے تھے ۔ جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ۔ سوشیل ڈیموکریسی سے اقبال کی مراد ایسا جمہوری نظام ھے جس میں ھر فرد کے لئے معاش کی ضمانت ھو ۔ اقبال کہتے ھیں کہ " اسلام کے لئے سوشیل ڈیموکریسی کو کسی نہ کسی موزوں شکل میں جو اس کے اصول آئین سازی سے ھم آھنگ ھو قبول کر لینا کوئی انقلاب نہیں ھوگا بلکہ اسلام کی اصل پاکیزگی کی طرف لوٹنے کے مترادف ھوگا " ۔ یہ وہ اعلی مقصد تھا جس کے لئے اقبال یہ چاھتے تھے کہ ھندوستان کے اقطاع و علاقوں کی نئے سرے سے حد بندی ھو اور مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل آزاد ریاست یا ریاستیں وجود میں آجائیں ۔

چناں چہ پاکستان کوئی وطنی یا علاقہ واری تحریک نہیں ھے کہ شمال مغربی ھندوستان یعنی پختون ، پنجابیان ، یا سندھیان اور دوسری طرف آسامیوں اور بنگالیوں نے اپنے اپنے علاقوں کو وحدت ھند سے آزاد کرانے کی کوشش کی ھو ۔ پاکستان کی تعمیر ھرگز اس طرح سے نہیں ھوئی جس طرح سے اٹلی نے آسٹریا اور فرانس کے تسلط سے آزادی حاصل کی یا جس طرح یونانیوں نے ترکوں سے آزادی حاصل کی ۔ پاکستان کبھی بھی ایک علاقائی تحریک نہیں تھا ، یہ ایک وطنی تحریک تھا ۔

پاکستان وطنیت سے ماورای تحریک کا ثمرہ ھے ۔ اس تحریک کا منشہ زمین کا ایک ایسا ٹکڑا حاصل کرنا تھا جس پر سوشیل ڈیموکریسی یا سماجی جمہوریت کا تجربہ کیا جا سکے اور اس تجربہ کے اخلاقی اور سیاسی اثرات سے سب اقوام اور حکومتیں فائدہ اٹھائیں ۔ چناں چہ تحریک پاکستان میں کوئی سندھی تھا نہ پنجابی ، نہ کوئی پختون تھا نہ بہاری ، نہ کوئی دھلوی تھا ، نہ مدراسی ۔ لیکن جب ھم پاکستان کو ایک وطنی تحریک بنانا چاھتے ھیں اور جب ھم اس کو

بلوچیوں ، سندھیوں اور بنگالیوں کی جولان گاہ میں ڈھالنا چاہتے ہیں تو پھر پاکستان پاکستان نہیں رہتا ۔ اور ایسے آئینی مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں جن کا حل ہونا ممکن نہیں ہوگا ۔

تحریک پاکستان ملت سازی کا اپنا اصول ساتھ لائی۔ اسی اصول کے استمرار میں پاکستان کی بقا و ترقی ہے ۔ اس تحریک میں اپنے اپنے وطنوں کو مثلاً بنگالہ سندھ، پنجاب وغیرہ کو سیاست کاری اور ہئیت اجتماعیہ کے اصول نہیں بنایا جاسکتا اقبال کہتے ہیں کہ " وطن کی محبت انسان کا فطری جذبہ ہے . . . مگر زمانہ حال کے سیاسی لٹریچر میں وطن کا مفہوم محض جغرافیائی نہیں ہے بلکہ وطن ایک اصول ہئیت ہے اجتماعیہ انسانیہ کا اور اس اعتبار سے ایک سیاسی تصور ہے ۔ چونکہ اسلام بھی ہئیت اجتماعیہ کا ایک قانون ہے اس لئے جب وطن کو ایک سیاسی تصور کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام سے متصادم ہوتا ہے" ۔ اقبال کی یہ تنبیہہ اهل پاکستان کے لئے بہت بر وقت ہے ۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ کہ دیش بندھو ہونا بہت اچھی بات ہے ۔ لیکن اگر یہ بات بڑھ کر سیاسی تصور بن جائے اور ہم میں سے ہر شخص یہ کوشش کرنے لگے کہ اپنی اپنی زمین کو جماعت بندی ، جماعت پرستی اور اجتماعی ہئیت کے اصول کے طور پر آگے بڑھایا جائے تو پھر پاکستان کا وجود مشکل میں پڑ جائے گا ۔ خود پاکستان کوئی وطنی تصور نہیں ہے بلکہ ملی تصور ہے ۔ یہ زمین کے جن ٹکڑوں پر قائم ہے وہ صرف اس کا جسم ہیں ۔ اس لئے یہ ایک ایسی مملکت ہے جس کی روحانی اساس زمین پرستی پر قائم نہیں بلکہ اصول پرستی پر قائم ہے ۔ یہ انسانی اجتماع کی ایک صورت ہے ۔ ایسے انسانوں کے اجتماع کی صورت جنہوں نے وطن پرستی چھوڑ کر اسلام کو اجتماعی ہئیت کے اصول کے طور پر قبول کر لیا ہے۔ اور اسلام صرف انسانیت کی تعلیم دیتا ہے اور انسانیت کو تہذیب عطا کرتا ہے ۔

اقبال کہتے ہیں کہ " یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے نہ نسلی ، نہ انفرادی نہ پرائیویٹ بلکہ خالصاً انسانی ہے اور اس کا مقصد باوجود تمام فطری امتیازات کے عالم بشریت کو متحد و منظم کرنا ہے " چناں چہ تحریک پاکستان ایک ذیلی بر اعظم میں ایسے اقطاع زمین کے حصول کی کوشش تھی جس میں سماج سازی کے اس اصول کو عملی جامہ پہنا سکیں جو احترام آدمیت پر مبنی ہے ۔ اس لئے پاکستان کے خمیر کا جزو وطنیت نہیں بلکہ آدمیت ہے ۔

اقبال کہتے ہیں کہ " یہ رحمت للعالمین کی ایک شان ہے کہ اقوام بشری کو ان کے خود ساختہ تفرقوں اور فیصلوں سے پاک کرکے ایک ایسی امت کی تخلیق کی جائے جس کو امت مسلمہ لک کہہ سکیں اور اس کے فکر و عمل پر شہداءعلی الناس کا خدائی ارشاد صادق آسکے " تحریک پاکستان اس نصب العین کو لیکر آگے بڑھی - اس کا مقصد اس تہذیب کا تحفظ تھا جو سماجی اداروں اور مجلس روابط کو نسلی ، لسانی ، یا جغرافیائی بنیادوں پر استوار نہیں کرتی بلکہ خالص انسانیت کو اپنی اساس بناتی ہے ، جس میں قبیلہ کی بنیاد پر گروہ بندیاں ، حصول مفاد ، کشمکش سیاست وغیرہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی اور نہ ہی جس میں زبان یا زمین کی بنیاد پر باہم امتیاز و افتراق وجود پذیر ہو سکتے ہیں - یہ تہذیب تہذیب اسلامی ہے - جو انسان کو اس کے بنیادی حق کی ضمانت دیتی ہے - چناں چہ اگر پاکستان بنیادی حقوق کی ضمانت کا نظام نہیں بن سکا تو اس سے بڑھکر اندوہناک بات نہیں ہو سکتی - اس کے قیام کا محرک وہ اعلیٰ نصب العین تھا جس کے لئے کشمیر سے راس کماری تک اور پشاور سے چٹا گانگ تک ہم سب متحد ہوئے تھے - ہمارے قائدین ، اقبال اور جناح نے ہماری منزل پاکستان مقرر کی تھی تاکہ مذہب و ملت اور فرقہ و زبان سے بلند ایک ایسی سچی اور اصلی ملت کی بنا ڈال سکیں جو ابتدائی اور اصلی اسلام کے نمونے کو پھر سے دنیا میں جاری کر دے - چناں چہ پاکستان اپنی روح میں مسلمانان ہند کی تنظیم نو ہے - بقول اقبال " ایشیا میں اخلاقی اور سیاسی وت کی حیثیت سے اسلام کے مستقبل کا انحصار مسلمانان ہند کی مکمل تنظیم پر ہے " گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کو اخلاقی اور سیاسی قوت کی حیثیت یعنی ہر دو لحاظ سے نمودار ہونا ہے اپنی سماجی جمہوریت کی بدولت پاکستان ایسا ہونا چاہئے کہ ایشیا کے افق پر وہ ایک نئی صبح کا پیغام ہو - اس کے اداروں میں اتنی جان ہو اور ایسی کشش ہو کہ دوسری مملکتیں اور قومیں بھی ان کو اپنے ہاں رائج کرنے کے لئے جد و جہد کریں - ہم اپنے اس نصب العین اور روحانی تعین سے کتنے قریب یا دور ہیں یہ ہم سب پر ظاہر ہے -

آخر میں یہ واضح کروں گا کہ اقبال نے اپنے نظریہ پاکستان کی تکمیل ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کے خط میں کی ہے - اس سے پہلے کے ملفوظات میں ایک یا ایک سے زیادہ آزاد مسلم ریاستوں کا ذکر ہے - مگر اس میں انہوں نے قطعیت کے ساتھ انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کا ذکر کرتے ہوئے جو اس زمانہ میں ہند کا نیا دستور بنا تھا ، یہ نصب العین معین کیا - " میرے ذہن کے مطابق (یہ) نیا

دستور اپنے تصور کے ساتھ کہ ایک یعنی واحد انڈین فیڈریشن ہو پورے طور پر مایوس کن ہے۔ مسلم صوبوں کا ایک علیحدہ وفاق جن کی تشکیل نو اس طرح کی جائے جیسا کہ میں نے تجویز کی ہے صرف ایک ہی راستہ ہے جس سے پر امن انڈیا کا حصول ممکن ہے اور جس سے کہ مسلمان غیر مسلموں کی بالا دستی سے محفوظ ہو جائیں گے"۔

اقبال نے اس خط میں صوبوں کے بارے میں یہ تجویز کیا تھا کہ " پر امن انڈیا کا راستہ صرف یہ ہے کہ نسلی، مذہبی اور لسانی خطوط پر ملک کی دو بارہ حد بندیاں کی جائیں" اس مضمون سے اقبال کا منشا یہ تھا کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں کی لسانی، مذہبی اور نسلی اعتبار سے حد بندی کی جائے۔ یہ ایک صحت مند اور توانا تجویز تھی اس کے بعد ان صوبوں کے بارے میں جیسا کہ اوپر گزرا انہوں نے یہ نشاندھی کی کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کو ایک وفاق میں پرو دیا جائے اور ہندو اکثریت کے صوبوں کو دوسرے وفاق میں۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں مسلم اکثریت کے صوبوں کے وفاق کا نام مسلمانان ہند نے ۱۹۴۰ء میں پاکستان رکھا۔ ہم پاکستان میں مختلف دستوری تجربوں کے بعد پھر اقبال کے دستوری خاکہ کی طرف آگئے ہیں۔ اس سے اس حکیم کی توانا بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس حکیم الامت کی بصیرت کے مطابق پاکستان کا دستوری خاکہ جو اس کے ان تین اہم خطوں سے واضح ہوتا ہے یہ ہے:

۱۔ پاکستان ایک وفاق ہے۔

۲۔ اس وفاق کے اراکین ذیلی بر اعظم ہند کے مسلم اکثریتی صوبے ہیں جن کی کہ نسلی، لسانی اور مذہبی خطوط پر تشکیل کی گئی ہے۔

۳۔ اس وفاق کا منشا تہذیب اسلامی کے سلسلے کو اس طرح قائم رکھنا ہے کہ اسلام ایشیا میں ایک اخلاقی اور سیاسی قوت کی حیثیت سے فعال ہو۔

۴ - اس کا آئینی نظام شریعت اسلامی سے اس طرح ماخوذ ہے
کہ ہر شخص کو ضروری معاش کی دستوری ، شرعی اور قانونی
ضمانت حاصل ہے -

سیاسی نظام کا یہ تصور نہ تو مغربی جمہوریت ہے - نہ اشتمالیت بلکہ سوشیل
ڈیموکریسی یا سماجی جمہوریت ہے -

پاکستان کے گذشتہ ۲۲ سال بڑے اضطراب میں گذرے ہیں - اور طرح طرح کی تحریکیں جاری ہوئی ہیں - کیوں نہ ہم اقبال کے تصور پاکستان کو زندہ کریں اور پاکستان کے سیاسی اور آئینی نظام کی حیثیت سے سوشیل ڈیموکریسی یا سماجی جمہوریت کو رائج کریں - یہی پاکستان کے استحکام کا واحد راستہ ہوگا -

وما توفیقی الا باللہ

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY.
Acc No. 17027
LAHORE.